قبضے سے پہلے خرید وفروخت مذہبی اعتبار سے

محمد نصیر

ریسرچ اسکالر شعبہ قرآن وسنۃ جامعہ کراچی

ABSTRACT

There is no doubt that Islam is a universal rule of life. This is the religion which requisites according to the situation of all periods and it covers all sections of our life. Islam instructs about all up & down of our lifes.In human society for mutual transaction "The possession" acts as the backbone. Rather you can say mutual transaction is totally depends on "possession".Financial transactions are continuing since olde times before and after Islam We noted that in every period the forms of possessions do change. Due to this reason different forms of possessions came into existence.That is why it creates lot of new problems and the different ideas of possessions. This is not the end, it is still going on. No doubt this topic surrounds many kinds of financial transaction.We can guess due to non-acquaintance about possessions, in general it is happening. As for example if someone buys something and before taking possessions of the same it is unlawful to sell it. But now a days, unfortunately this types of things are very common in the markets.Therefore it is essential to bring these in the knowledge to get fully acquaintanceof the possessions so that all Muslims must know about its reality.After getting acquaintance Muslims can mold themselves according to Islamic laws.

Keywords: *mutual transaction,financial transaction,Islamic law.*

ترمذی کی حدیث ہے، حکیم بن حزام کہتے ہیں ’’**سألت رسول اللہ ﷺ فقلت یأتینی الرجل فیسألنی من البیع ما لیس عندی ،ابتاع لہ من السوق ثم أبیعہ قال: لا تبع ما لیس عندک** [1]: ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ میرے پاس کوئی شخص آتا ہے اور ایسی چیز کا سودا طلب کرتا ہے جو میرے پاس نہیں ہوتی، کیا میں اس کے لیے بازار سے خریدوں اور پھر اس کو فروخت کروں؟ فرمایا: جو چیز تمہارے پاس نہیں ہے وہ نہ بیچو۔[1] مذکورہ

حدیث کی رو سے قبضے سے پہلے مال فروخت کرنا درست نہیں، فقہاء بھی اس کو درست قرار نہیں دیتے، بدائع الصنائع میں ہے:: **ومنها القبض فی البیع المشتری المنقول فلا یصح بیعه قبل القبض** ۲؎ ترجمہ: اور منقول مال کی بیع میں قبضہ ضروری ہے قبضہ سے پہلے اس کی بیع صحیح نہیں

ہمیں باقاعدہ طور پر کتاب وسنت سے قبضے کے متعلق کوئی وضاحت نہیں ملی، قبضہ کا مقصود بائع کے ضمان سے نکل کر مشتری کے ضمان میں داخل ہونا ہے۔ لہٰذا عرف میں جس چیز سے مبیع بائع کے ضمان سے نکل کر مشتری کے ضمان میں داخل ہو جائے اس کو قبضہ سمجھا جائے گا۔ اس لیے منقولہ کے قبضہ کی حقیقت میں حضرات علماء کا اختلاف ہوا ہے۔

اشیاء منقولہ میں احناف کا مذہب:

احناف کے نزدیک مبیع کے اعتبار سے قبضہ کی حقیقت مختلف ہوتی ہے، لیکن ان حضرات کے نزدیک اتنی بات مسلم ہے کہ اگر مبیع فی الحال مقدور التسلیم والتسلم ہو تو مشتری کو اطلاع کے بعد تخلیہ قبضہ حکمی ہوتا ہے، البتہ اشیاء کے مختلف ہونے کے لحاظ سے تخلیہ کی صورت بھی مختلف ہوگی، مبیع خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ اگر فی الحال مقدور التسلیم والتسلم ہے تو تخلیہ قبضہ ہے اور اگر فی الحال مقدور التسلیم والتسلم نہیں تو تخلیہ قبضہ نہیں، مثلاً مبیع دور ہو، خواہ منقولہ ہو، خواہ غیر منقولہ، یہی ظاہر الروایہ ہے، بعض کتابوں میں اشیاء غیر منقولہ کے سلسلے میں حضرات صاحبین کا جو اختلاف منقول ہے وہ ضعیف ہے۔ (اور منقول مال کی بیع میں قبضہ ضروری ہے قبضہ سے پہلے اس کی بیع صحیح نہیں)

ثم التسلیم یکون بالتخلیة علی وجه یتمکن من القبض بلا مانع ولا حائل وشرط فی الاجناس شرطا ثالثا وهو ان یقول: خلیت بینک وبین المبیع، فلو لم یقله أو کان بعیدا لم یصر قابضا والناس عنها غافلون، فانهم یشترون قربة ویقرون بالتسلیم والقبض وهو لا یصح بالقبض علی الصحیح وفی حاشیه: وحاصله ان التخلیة قبض حکما ولو مع القدرة علیه بلاکلفة لکن ذالک یختلف بحسب حال المبیع ففی نحو حنطة فی بیت فدفع المفتاح وفی نحو دارفالقدرة علی أغلاقها قبض أی بأن تکون فی البلد فیما یظهر، وفی نحو بقرفی مرعی فکونه بحیث یری ویشار علیه قبض، وفی نحو فرس أو طیر فی بیت امکان اخذ منه بلا معین. وقوله علی الصحیح وهو ظاهر الروایة ومقابله ما فی المحیط وجامع شمس الأئمة أنه بالتخلیة یصح القبض وان کان العقار بعیدا غائبا عنهماعند أبی حنیفةخلافا لهما وهو ضعیف کما فی البحر. ۳؎ مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیہ کی صورت مختلف ہوتی ہے، اور تخلیہ فی الحال مقدور التسلیم والتسلم اشیاء میں ہیں، خواہ منقولہ ہوں یا غیر منقولہ قبضہ ہے۔

اشیاء منقولہ میں ائمہ ثلاثہ کا مذہب:

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اشیاء منقولہ میں قبضہ کا مدار عرف پر ہے، قبضہ کے لیے عرف میں جو چیز رائج ہوگی اس کو قبضہ متصور کیا جائے گا مثلاً دراہم ودنانیر میں قبضہ بالبراجم، مکیلات وموزونات میں قبضہ کے لیے کیل ووزن کی شرط لگاتے ہیں۔ **ال المالکیة والشافعیة: قبض المنقول کالأمتعة والأنعام والدواب بحیثالعرف الجاری، بین الناس قال الحنابلة: قبض کل شیء بحسبه فان کان مکیلا أو موزونا فقبضه بکیله ووزنه أی انه یجب الرجوع**

فی القبض الی العرف. ۴ے

اشیاءغیر منقولہ میں قبضہ:

اتـفـق الـفـقـهـاء عـلـى أن القبض العقار يكون بالتسليم الفعلي بالتخلية أى رفع المانع من الـقـبـض أو التـمكن من أثبات اليد بارتفاع الموانع ۵ے **ثـم لاخـلاف بين اصحابنا فى أن أصل القبض يـحـصـل بـالتخلية فى سائر الاموال** ۔۶ے اشیاءغیر منقولہ میں تخلیہ قبضہ ہےاس میں تمام علماء کا اتفاق ہے۔البتہ اگر اشیاءغیر منقولہ فی الحال مقدورالتسلیم نہ ہوں تو اس میں قبضہ کے سلسلے میں حضرات احناف کا اختلاف ہے جو کہ شروع میں گذر چکا۔

قبضہ کی قسمیں:

قبضہ کی دوقسمیں ہیں:(۱) تام (۲) ناقص،

قبضہ تام اور ناقص، اشیاءاوران کی بیع وشراء کے اعتبار سے مختلف ہوتا رہتا ہے، ان اشیاء کی اقسام درج ذیل ہیں:

(۱)**اشیاء غیر منقوله فی الحال مقدور التسلیم**

(۲)**اشیـاء غیـر منقوله غیر مثلیه** ۔جیسے عددیات،مزروعات،متفاوتہ دونوں قسموں میں قبضہ تام صرف تخلیہ سے متحقق ہوجائے گا بعد تخلیہ مشتری کواس میں ہرطرح کے تصرف کی اجازت ہوگی۔

(۳)اشیاءمنقولہ کیلی، یاوزنی ہوں ان کی بیع وشراء مجازفۃ بغیرکیل و وزن کے ہوتو اس میں بھی صرف تخلیہ ہی قبضہ تام ہے، بعد تخلیہ مشتری کوتمام تصرفات کی اجازت ہوگی۔

(۴)اشیاءمنقولہ کیلی، یاوزنی،جس کی شراءمجازفۃ یعنی بغیرکیل ووزن کے ہواور بیع کیل، یاوزن سے ہوتو مشتری اول کے لیے صرف تخلیہ ہی قبضہ تام ہے،اورمشتری ثانی کے لیے تخلیہ قبضہ تام نہیں ہے بلکہ قبضہ ناقص ہے۔اس لیے اس صورت میں مشتری اول کے لیے بعد تخلیہ تمام تصرفات کی اجازت ہوگی اور مشتری ثانی کے لیے اس میں تصرف کرنا درست نہ ہوگا۔

(۵)اشیاءمنقولہ کیلی، یاوزنی،جس کی شراءکیل یاوزن سے ہواور بیع بغیرکیل کے مجازفۃ ہوتو اس صورت میں مشتری ثانی کے لیے تخلیہ قبضہ تام ہوگا،اورمشتری اول کے لیے قبضہ تام نہ ہوگا۔

(۶)اشیاءمنقولہ کیلی یاوزنی،جس کی بیع وشراءدونوں کیل یاوزن سے ہواس صورت میں تخلیہ کسی کے لیے بھی قبضہ تام نہ ہوگا دونوں کے لیے قبضہ ناقص ہے،کسی کے لیے بغیرکیل یاوزن کے اس میں تصرف کرنا درست نہیں۔

(۷)عددیات ومزروعات متقاربہ،اس میں حضرت امام ابوحنیفہ کے نزدیک اشیاء کیلیہ،وزنیہ کی طرح ہے اور حضرات صاحبین کے نزدیک اشیاء کیلیہ،وزنیہ کی طرح نہیں بلکہ اشیاء غیرمثلیہ کی طرح ہیں لہٰذا امام ابوحنیفہ کے نزدیک عددیات مزروعات متقاربہ میں تخلیہ قبضہ تام نہیں ہے۔اورحضرات صاحبین کے نزدیک تخلیہ قبضہ تام ہے۔

(نوٹ) کیل اوروزن اورعدد وغیرہ کی دوقسمیں ہیں۔(۱) حقیقی (۲) حکمی
(۱)مشتری کا خود کیل ہو، یہ کیل حقیقی ہے۔
(۲)مشتری کے سامنے بائع کیل یاوزن کرے، یہ کیل حکمی ہے۔دونوں میں سے یعنی کیل حقیقی،اور حکمی میں سے کوئی بھی پا لیا جائے تو قبضہ تام ہوجائے گا مشتری کی موجودگی میں بائع کا کیل مشتری کا کیل متصور ہوتا ہے،مقصود حاصل ہونے کی وجہ سے۔ے

(۳)وانما شرط الاکتیال علی المشتری لکونه من تمام القبض فی المکیل والموزون اذا وقع البیع مکایلة،فلا یجوز التصرف فیه بالبیع ونحوہ قبل الکیل أو الوزن ۸ وفی البدائع ولو کاله البائع أو وزنه بحضرة المشتری کان ذلک کافیا لایحتاج اعادة الکیل لأن المقصود یحصل بکیله مرة واحدة بحضرة المشتری ۹

یہ کہ مبیع میں تام قبضہ سے پہلے مشتری کے لیے کوئی تصرف کرنا درست نہیں ہے،اور قبضہ تام اشیاءمنقولہ مثلیہ (کیلیہ،وزنیہ) کی اگر بیع وشراء دونوں کیل یاوزن سے ہوتو تخلیہ نہ ہوتو مشتری اول اور نہ مشتری ثانی کے حق میں قبضہ تام ہوگا۔کیونکہ دونوں کے قبضہ کی تمامیت کے لیے کیل یاوزن کا پایا جانا ضروری ہے اوراگر بیع کیلا،یاوزنا ہواور شراء مجازفۃ بغیر کیل کے ہوتو مشتری اول کے لیے تخلیہ قبضہ تام ہے،اورمشتری ثانی کے لیے قبضہ تام نہیں۔اوراگر شراء کیلا،یاوزنا ہواور بیع مجازفۃ ہوتو مشتری ثانی کے لیے تخلیہ قبضہ تام ہے،مشتری اول کے لیے تام نہیں ہے۔بلکہ اس کا کیل،یاوزن کرنا ضروری ہے،مذکورہ صورتوں کے علاوہ صرف تخلیہ ہی قبضہ تام ہوجاتا ہے۔البتہ عددیات،مزروعات متقاربہ میں حضرت امام ابو حنیفہ کے نزدیک تخلیہ قبضہ تام نہیں،اور صاحبین کے نزدیک قبضہ تام ہے،قبضہ تام مشتری کے لیے خود کیل کرنے یا مشتری کے سامنے بائع کے کیل کرنے سے بھی متحقق ہوجاتا ہے،اسی طرح مشتری کے وکیل کے سامنے بھی کیل،وزن کرنے سے قبضہ متحقق ہوجاتا ہے۔

بیع وتصرف قبل القبض کے سلسلے میں مذاہب:

حضرت امام شافعی اور حضرت امام محمد کے نزدیک کسی بھی چیز میں بیع قبل القبض درست نہیں،خواہ مطعومات ہو یا غیر مطعومات،منقولات وغیر منقولات ہی کے قبیل سے کیوں نہ ہو،تمام چیزوں میں ان حضرات کے نزدیک قبضہ کی تمامیت شرط ہے۔**قال الشافعی ومحمد ابن الحسن من الحنفیة:یحرم بیع کل شیء قبل قبضه طعاما او کان غیر منقولا او کان غیر منقول۔**

حضرت امام احمد بن حنبل کے نزدیک صرف مطعومات میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز نہیں۔**قال ابن حنبل فی المهر الروایة:انما یخص النهی والطعام فلا:** حضرت امام مالک کے نزدیک مطعومات اور مشروبات میں بیع قبل القبض درست نہیں۔**قال مالک:انما یمنع البیع قبل قبض البیع فی المکیل والموزون من الطعام خاصة ۔۱۰** حضرات شیخین کے نزدیک تمام منقولات میں قبضہ کی تمامیت سے پہلے بیع درست نہیں۔**قال ابو حنیفة وأبو یوسف:یمتنع البیع قبل القبض فی سائر المنقولات، ویجوز فی العقار الذی لا یخشی هلاکه.۱۱**

ائمہ کے دلائل:

(۱)نهى رسول اللهﷺ ان تباع السلع حيث يبتاع حتى يجوزهاالتجار الى رحالهم.

(۲)وعن حكيم ابن حزام قال:قلت يا رسول اللهﷺأني ابتاع هذه البيوع فما يحل لى منها وما يحرم على قال يا ابن أخى لاتبيعن شيئا حتى تقبضها،فى رواية أبان،اذا اشتريت بيعا فلاتبعه حتى تقبضه.

(۳) وعن عبد اللهابن عمرو ان رسول اللهﷺ قال لايحل سلف و بيع، ولا شرطان فى بيع،ولا بيع مالم يضمن،ولا بيع ما ليس عندك. ۱۲

روایات مذکورہ ثلاثہ بیع قبل القبض کے عدم جواز پر دال ہیں،خواہ مبیع مطعومات وغیر مطعومات کے قبیل سے ہو یہ روایات حضرات امام شافعی وامام محمد وامام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ اجمعین کا مستدل ہے۔

دلیل احمد بن حنبل وامام مالک:

عن ابن عباس أن رسول اللهﷺ قال من ابتاع طعاما فلا يبعه حتى يستوفيه وفى رواية:حتى يقبضه: ۱۳ روایت مذکورہ مبیع مطعومات میں قبل القبض تصرف کے عدم جواز پر دال ہے، یہ روایت امام احمد بن حنبل اور امام مالک کا مستدل ہے۔

دلیل شیخین:

نهى رسول اللهﷺعن ربح مالم يضمن وما ليس عندك،ونهى رسول اللهﷺ عن بيع الحصاة وعن بيع الغرر،ونهى عن تباع السلع حيث تبتاع حتى يجوزها التجار الى رحالهم،فقال رسول اللهﷺ يا أبن أخى لا تبيعن شيئا حتى تقبضه،وفى روايةأبان:اذااشتريت بيعا فلا تبعه حتى تقبضه: روایت مذکورہ بیع قبل القبض کے عدم جواز پر دال ہیں،حضرات شوافع،امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک بیع قبل القبض کی علت نہی ''ربح ما لم يضمن''ہے، کیونکہ بیع قبل القبض ''ربح مالم يضمن''کو متضمن ہے۔جب بھی بیع قبل القبض ہوگی تو''ربح مالم يضمن''ہوگا،اور''ربح مالم يضمن''نص حدیث سے ممنوع ہے،لہٰذا ہر وہ بیع جو''ربح مالم يضمن''کو متضمن ہوگی وہ ممنوع ہوگی،اس لیے بیع قبل القبض ناجائز ہے،جیسا کہ بہت سی احادیث شریفہ میں صراحت ہے،خواہ بیع قبل القبض مطعومات وغیر مطعومات،منقولات،غیر منقولات،جس چیز میں بھی ہو،حضرات شوافع اور امام محمد کے نزدیک''ربح مالم يضمن''کو متضمن ہونے کی بنا پر درست نہیں۔

حضرات شیخین کے نزدیک منقولات میں بیع قبل القبض درست نہیں اور غیر منقولات میں بیع قبل القبض درست ہے۔ومن اشترى شيئا مما ينقل ويحول لم يجز بيعه حتى يقبضه لأنه ومن اشترى شيئا مما ينقل ويحول لم يجز بيعه حتى يقبضه لأنه عليه السلام نهى عن بيع مالم يقبض لأنه فيه غرر انفساخ العقد على اعتبار الهلاك ويجوز بيع العقار قبل القبض عند أبى حنيفة وأبى يوسف وقالا محمد لا يجوزرجوعاالى اطلاق الحديث واعتبار بالمنقول وصار كالأجارة. ۱۴

حضرات شیخین کے مسلک کی توضیح دوطرح ہوسکتی ہے،ایک اس طرح کہ اصل علت نہی ''**ربح مالم یضمن**'' کوٹھہرایا جائے،اور جہت کے اطلاق وعموم سے غیر منقولات کومستثنی کر دیا جاے، کیونکہ حدیث شریف میں بیع قبل القبض کی اصل علت نہی ''**ربح مالم یضمن**'' ہےاورضمان کا تصرف صرف ان ہی چیزوں میں ہوتا ہےجن میں مبیع کے ضیاع کا اندیشہ ہواور چوں کہ غیر منقولات میں ضیاع وہلاکت نادروکالعدم ہے۔اس لیے غیر منقولات میں ضمان کا سوال ہی نہیں اور جب ضمان کا وجود ہی نہیں تو ''ربح مالم یضمن'' کا وجود کیسے ہوگا جومدار نہی ہے،لہذا قاعدہ فقہیہ:''**اذا فات العلة فات الحکم**'' سے غیر منقولات کی بیع درست ہے۔

دوسری تشریح یہ ہوسکتی ہے کہ علت نہی غرر انفساخ عقد کوٹھہرایا جائے کہ جس میں مبیع کے ضیاع سے عقد ختم ہو جائے تو ایسا عقد تصرف مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے درست نہیں اور حدیث ''ربح مالم یضمن'' کومخصوص منہ البعض مانا جائے دلائل جواز پرعمل کرتے ہوئے:**کما فی الھدایة: لھما أن الرکن البیع صدر من اھله فی محله ولاغرر فیه لأن الھلاک فی العقد نادربخلاف المنقول والغررمنھی عنه غرر انفساخ العقد والحدیث معلول به عملا بدلائل الجواز أی من الکتاب والسنة.**[۱۵]

حدیث''**ربح مالم یضمن**''میں تخصیص بالاتفاق درست ہے،مثلاً قبضہ سے پہلے ایسی مبیع میں تصرف کرنا کہ اس سے مبیع کے ضیاع سے فسخ کا اندیشہ نہ ہوتو ایسی مبیع میں تصرف بالاتفاق درست ہے،حالانکہ اس میں بھی''**ربح مالم یضمن**''موجود ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیث''**ربح ما لم یضمن**''مخصوص منہ البعض ہے،ورنہ تواس میں بھی مبیع جس میں اس کے ضیاع سے فسخ عقد کا اندیشہ نہ ہوتو یہ تصرف درست نہ ہوتا،مثلاً مہر،**بدل خلع،عتق علی مال،بدل صلح من دم العمد**،جب اعیان کے قبیل سے ہوں توان میں قبضہ سے پہلے تمام تصرفات درست ہیں۔اسی طرح **اخذ شفعه قبل قبض المبیع**''بھی درست ہے۔توان سب سے معلوم ہوا کہ ایسی مبیع میں تصرفات جس میں مبیع کے ضیاع کا اندیشہ نہ ہوقبل القبض درست ہیں۔اورعلت نہی غرر انفساخ عقد ہے جوحدیث ابو ہریرہ:''**نھی رسول اللهﷺ عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر**'' سے ثابت ہے،اوراگرعلت نہی''**ربح مالم یضمن**''ہوتی تو بیع تولیہ کودرست ہونا چاہئے تھا۔حالانکہ بیع تولیہ بھی قبل القبض درست نہیں۔معلوم ہوا کہ اصل علت نہی''**ربح مالم یضمن**''نہیں بلکہ غرر انفساخ عقد ہے،توجس طرح سے ایسی مبیع میں جس میں اس کے ضیاع سے فسخ کا اندیشہ نہیں ہوتا ہے،مثلاً**مھر،بدل خلع،صلح عن دم العمد**،اخذ شفعہ قبل القبض وغیرہ درست ہیں۔اسی طرح سے غیر منقولات جس میں ضیاع نادر ہے،ان میں بھی تصرف قبل القبض درست ہوگا،کیونکہ غیر منقولات کی بیع قبل القبض کی صورت میں انفساخ عقد کا احتمال نہیں رہتا ہے۔لہٰذا غیر منقولات میں بیع قبل القبض درست ہوگی،اسی عبارت پر مدار رکھ کر حضرات فقہاء نے یہ کلیہ بیان کیا ہے:**أن کل عوض ملک بعقد ینفسخ بھلاکه قبل قبضه فالتصرف فیه غیر جائز،ومالا فجائز.**

حاصل یہ ہے کہ حضرات شیخین کے نزدیک اصل علت نہی غرر انفساخ عقد ہے،اور حضرات امام شافعی اامام محمد کے نزدیک علت نہی''ربح مالم یضمن''ہے۔اور حضرات شیخین نے حدیث''ربح مالم یضمن''کومخصوص کردیا ہے

انمعاملات کے ساتھ جن میں مبیع کے ضیاع سے فسخ عقد کا احتمال ہو۔

بیوع کے چند مروجہ طریقے:

(۱) بائع کمپنی یا بڑی بڑی تھوک دوکانوں پر فون وغیرہ سے اشیاء کی قیمت معلوم کرتا ہے پھر جب اطمینان کر لیتا ہے تو بھیجنے کا آرڈر دیتا ہے۔

(۲) بائع مشتری سے اشیاء کی قیمت معلوم کر کے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کو نکال کر یا تول کر رکھ دو، پھر مشتری کا ملازم جا کر وہ سامان لے آتا ہے۔

(۳) بائع لکھ کر یا ٹیلی فون سے مشتری کو آرڈر دیتا ہے اور بائع مطلوبہ اشیاء مع قیمت کی فہرست کے بھیج دیتا ہے۔

(۴) ایک شخص ایجنسی وغیرہ میں فون وغیرہ سے کسی چیز کا آرڈر دیتا ہے اور ایجنسی والے اس کا پتہ وغیرہ نوٹ کر کے کمپنی میں آرڈر دیتے ہیں، فلاں پتہ پر اتنا مال روانہ کر دیا جائے۔

(۵) کوئی شخص تھوک دوکان والوں سے کسی چیز کو طلب کرتا ہے اور ان کے پاس نہیں ہوتی تو وہ ایجنسی، یا کمپنی کو آرڈر دیتے ہیں، فلاں پتہ پر اتنا مال روانہ کر دیا جائے اس کو اطلاع بھی کر دیتے ہیں کہ تمہارا مال پہنچ رہا ہے۔

(۶) آج کل مختلف چیزیں اوزان کے ڈبوں میں اور مختلف اوزان کے سلے ہوئے بوروں میں بنڈلوں میں تھیلوں میں، عدد، کیل، وزن۔ ذراع شدہ رکھی رہتی ہیں، جن پر متعینہ وزن لکھا رہتا ہے، اور بعض مبیع میں بعض کے تعارف کی پوری تفصیل درج ہوتی ہے، مشتری ان چیزوں میں سے جب کوئی چیز طلب کرتا ہے تو بائع وہی پیکٹ وغیرہ جو پہلے سے کیل وغیرہ کر کے رکھا ہے دیتا ہے۔

قبضہ کے خرید وفروخت پر اثرات:

قبضہ کی اصل روح اور حقیقت مبیع کے بائع کے ضمان سے نکل کر مشتری کے ضمان میں داخل ہونا ہے اور حضرات فقہاء احناف نے انتقال ضمان کے سلسلے میں اگر فی الحال مقدور التسلیم والتسلم ہو تو مشتری کو اطلاع دینے کے بعد تخلیہ کو حکما انتقال ضمان کے لیے کافی مانا ہے، اور اگر مبیع فی الحال مقدور التسلیم والتسلم نہ ہو تو تخلیہ قبضہ نہیں ہو سکتا، خواہ مبیع منقولات کی قبیل سے ہو، یا غیر منقولات کی قبیل سے، اگر فی الحال مقدور التسلیم ہے تو مشتری کو اطلاع دینے کے بعد تخلیہ قبضہ سمجھا جائے گا۔ لیکن یہ بھی یاد رہے کہ قبضہ میں عرف کا بہت دخل ہے جیسا کہ حضرات ائمہ ثلاثہ کے نزدیک قبضہ کا مدار ہی عرف پر ہے، اگر عرف میں کوئی چیز ایسی رائج ہو کہ جس سے مبیع کے ضمان و ذمہ داری سے نکل کر مشتری کے ضمان و ذمہ داری میں داخل ہو جائے تو اس کو بھی قبضہ سمجھا جائے گا، کیونکہ حضرات احناف کے نزدیک بھی عرف کا بہت اعتبار ہے۔

(۱)اشتری فی المصر حطبا فغصبه غاصب حال حمله ألی منزله ن البائع لأن علیه التسلیم فی منزل الشاری بالعرف. ۱۶عرف اگر کسی نص کے مخالف نہیں ہے تو عرف خاص ہو یا عام دونوں معتبر ہے، لہٰذا اگر عرف میں کوئی چیز قبضہ کے لیے رائج ہو تو اس کے پائے جانے کے بعد قبضہ تسلیم کر لیا جائے گا، اور مبیع مشتری کے ضمان میں داخل ہو جائے گی۔

(۲)فی الدر :المذهب عدم اعتبار العرف الخاص لکن أفتی کثیر باعتباره وفی حاشیة:فأفاد أن عدم

اعتباره بمعنى انه اذا وجد النص بخلافه لايصح نسخا للنص ولا مقيدا له والا فقداعتبروه فى مواضع كثيرة منها مسائل الأيمان وكل عاقدوواقف وحالف يحمل كلامه على عرفه كما ذكره ابن همام عرف العام يصلح مقيدا وفيه عبارة الأشباه اقول:على اعتباره أى اعتبار العرف الخاص ينبغى أن يفتى بأن مايقع فى بعض اسواق القاهرة من خلو الحوانيت لازم۔[۱۷]

ایک بات یہ غور کرنے کی ہے کہ حضرات فقہاء نے تخلیہ وغیرہ کو قبضہ کیوں مانا؟ اس میں کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرات فقہاء کے تخلیہ وغیرہ کو قبضہ شمار کرنے کی دو وجہ ہیں:

(۱) قدرت تصرف کامل　　　　(۲) انقطاع تعلق البائع من المبیع بحکم المشتری

حضرات فقہاء کے تخلیہ وغیرہ کو قبضہ شمار کرنے کی یہی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں۔

(۱)أن التخلية تعتبر أقباضافى العرف والشرع أمافى العرف فلأنه لايكون فى العقار الا بها فتقال هذه الدار فى يد فلان فلا يفهم منه الا التخلى وهو التمكن من التصرف۔[۱۸]

(۲)وفى النهايةمعزباالى الغاية:أن القبض فى العقاربالتخليةوفى المنقول بالنقل الى مكان لايختص بالبائع.[۱۹]

عبارت مذکورہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرات فقہاء کے تخلیہ وغیرہ کو قبضہ شمار کرنے کی دو وجہیں ہیں (۱) بائع کو مکمل قدرت تصرف حاصل ہو جائے (۲) مبیع سے بائع کا تعلق بالکل ختم ہو جائے مشتری کے حکم سے اور مشتری کے حق کے ساتھ محبوس ہو جائے، جب ان دونوں وجہوں میں سے کوئی وجہ پائی جاتی ہے تو حضرات فقہاء اس کو قبضہ تسلیم کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

مذکورہ (۱۔۲۔۳۔۴۔۵) ان سب صورتوں کا تعلق مشتری کے بائع کو آرڈر دینے سے ہے اور آرڈر حقیقت میں صیغہ امر ہے اور وہ بھی حال کے معنی میں نہیں ہو سکتا، اسلئے یہ ایجاب لفظی نہ بنے گا، اور جب بائع مبیع کو مشتری کے کہنے کے مطابق ڈاک ٹرانسپورٹ، ریلوے اور ملازم وغیرہ کو دیدیتا ہے، اور دینے کے بعد بائع کے کرایہ نہ ادا کرنے کی صورت میں مبیع سے اس کا تعلق بالکل ختم ہو جاتا ہے، اور یہ چیزیں بائع کے ضمان سے نکل کر مشتری کے وکیل کے قبضہ میں آجاتی ہے، اور وکیل کا فعل مشتری کا شمار ہونے کی وجہ سے وہ اشیاء مشتری کے قبضہ میں داخل ہو جاتی ہیں، اور جب بغیر ایجاب لفظی کے مشتری کے قبضہ میں مبیع آگئی تو یہ بیع تعاطی بنی، اور بیع تعاطی کا حکم بیع کا لزوم ہے اور اشیاء کیلیہ، وزنیہ مشتری بالکیل والوزن میں بھی قبل الکیل والوزن مشتری کو تمام تصرفات کی اجازت ہے، لہذا صورت مذکورہ میں اگرچہ وہ اشیاء کیلی وزنی ہوں، یا کیل وزنی نہ ہوں، جب آرڈر دینے والے کے پاس پہنچ جاتی ہیں اور یہ ان پر قبضہ کر لیتا ہے تو پھر مشتری اول اور مشتری ثانی کے درمیان بیع تعاطی کے ذریعے ایک نیا عقد ہو جاتا ہے، یہ ہونے والا عقد پہلے سے نہ تو باطل تھا نہ فاسد تھا، بلکہ اس کا وجود ہی نہ تھا، اسلئے جب مشتری اول اور مشتری ثانی کے درمیان بیع تعاطی ہوئی تو مشتری اول کو حاصل ہونے والا نفع حلال وطیب ہے، اور یہ بیع قبل القبض میں داخل نہیں، کیونکہ مشتری ثانی کے پاس مبیع مشتری اول کے وکیل یعنی ڈاک، ٹرانسپورٹ وغیرہ کے ذریعہ پہنچی ہے اور وکیل کا فعل مؤکل کا شمار ہونے کی وجہ سے حقیقت میں وہ مشتری اول

کے قبضہ سے مشتری ثانی کے قبضہ میں گئی ہے، نیز اصل قبضہ اور حقیقت قبضہ ضمان میں داخل ہونا ہے، تو اگر مبیع مشتری اول کے ضمان میں آنے کے بعد وہ مشتری ثانی کے ضمان میں گئی ہے تو یہ بیع قبل القبض نہیں اور مشتری ثانی کا پہلے سے آرڈر دینا اور مشتری اول کا وعدہ کر لینا یہ بیع نہ بنے گا، کیونکہ آرڈر امر ہے اور امر ایجاب نہیں ہوتا، اور مشتری اول کا وعدہ قبول نہ ہوگا: **أما قبول المشتري يعني يكون مساومة وطلبا والطلب امر والايجاب أمر آخر طلب الايجاب ليس بايجاب وانما لم يذكر شارح اللبيب برهان عدم الانعقاد على قول المشتري وهو يعنى بظهوره.** [٢٠]

حاصل یہ ہے کہ آرڈر ایجاب نہیں ہوتا ہے، بلکہ صرف بیع کا مطالبہ ہوتا ہے، لہٰذا جب مبیع بغیر ایجاب وقبول کے مشتری کے ضمان اور قبضہ میں داخل ہوجائے تو یہ بیع تعاطی ہوگی، اور مشتری کیلئے اس کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنے کی صورت میں بیع قبل القبض نہ ہوگی۔

(٦) کا حکم یعنی پیک شدہ ڈبے، شیشیاں بنڈل وغیرہ جن کو آج کے موجودہ زمانہ میں برقی مشینوں کے ذریعہ سے کیل، وزن، ذراع وغیرہ کرنے کے بعد مبیع کو ڈبوں، بوروں، پیکٹوں میں سل کر بند کر دیا جاتا ہے، اور بہت سی چیزوں میں پیکٹ وغیرہ پر مبیع کا پورا تعارف، وزن، قیمت، تاریخ تمام چیزیں درج ہوتی ہیں، پھر اسی مکتوبہ وزنی، قیمت وغیرہ پر اعتبار کر کے اس کی بیع وشراء ہوتی ہے، نہ تو بائع تولتا ہے اور نہ مشتری اپنے گھر لے جانے کے بعد ان چیزوں کو تولتا ہے، اور نہ بائع سے تولنے کے لیے کہتا ہے، اور اگر بالفرض پیک کو کھولنے کے بعد تول وناپ لے تو کم ہونے کی صورت میں واپسی ہوجاتی ہے لیکن اگر اسی وزن کے اعتبار سے قیمت کم کر کے بیع وشراء کرنا چاہیں، قیمت کچھ کم نہیں ہوتی، جب کہ قانون شرعی کے مطابق کم ہونے کی صورت میں قیمت کم ہونا چاہئے، نیز بائع ومشتری میں سے کوئی بھی معاملہ کرتے وقت، یا معاملہ کے بعد ان کو کیل ووزن نہیں کرتا ہے، معلوم یہ ہوا کہ جو چیزیں پیک ہو کر سلے ہوئے بوروں میں فروخت ہوتی ہیں، تو ان میں کیل، وزن مقصود ہی نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ڈبہ لفافہ پیکٹ وغیرہ مقصود ہوتا ہے، تو یہ چیزیں پیک ہونے کے بعد معدودات میں داخل ہوجاتی ہیں ان کی بیع وشراء میں وزن مشروط نہ ہونے کی وجہ سے بیع مجازفتہ میں داخل ہیں، اس لیے اگر چہ وہ اشیاء فی نفسہ کیلی یا وزنی ہوں مشتری نے شراء کے وقت ایک متعین کیل اور وزن کی مقدار بیان کر کے خریدا ہوا تو بھی وزن مقصود نہیں ہوتا ہے، اس لیے اس کو قبل الکیل والوزن تصرف کرنا بیع وشراء کرنا جائز ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ الترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی (کراچی، قدیمی کتب خانہ، سن ندارد) ج ا، ص ۲۳۳

۲۔ الکاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س۔ن) ج ۴، ص ۳۹۴

۳۔ ابن عابدین، محمد امین رد المحتار (کراچی، ایچ۔ایم، سعید کمپنی، س۔ن) ج ۴، ص ۵۶۲

۴۔ الزّحیلی، الدکتور وهبة الزّحیلی، الفقه الاسلامی وادلّته، (دمشق، دار الفکر، ۱۴۰۵ھ-۱۹۸۵ء) ج ۴، ص ۴۱۹۔

۵۔ ایضًا، ج ۴، ص ۲۰۸

۶۔ بدائع الصّنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۴، ص ۴۹۸۔

۷۔ ایضًا، ج ۴، ص ۵۰۰۔

٨ عثمانی، محمد تقی، تکمیله فتح الملهم بشرح صحیح مسلم (کراچی، مکتبہ دارالعلوم، ١٤٠٥ھ) ج ١، ص ٣٥٨۔
٩ بدائع الصّنا ئع فی ترتیب الشرائع، ج ٤، ص ٥٠٠۔
١٠ تکمیله فتح الملهم بشرح صحیح مسلم، ج ١، ص ٣٥١، ٣٥٢۔
١١ ایضًا، ج ١، ص ٣٥٠، ٣٥١۔
١٢ ایضًا، ج ١، ص ٣٥١، ٣٥٢۔
١٣ ایضًا، ج ١، ص ٣٤٩۔
١٤ برهان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر، المرغینانی، الهدایه، (کراتشی، مکتبةالبشریٰ، ١٤٢٩/ ٢٠٠٨) ج ٥، ص ١٦٣، ١٦٤۔
١٥ ایضًا، ج ٥، ص ١٦٤۔
١٦ ردالمحتار، ج ٤، ص ٥٦٣۔
١٧ ایضًا، ج ٤، ص ٥١٨، ٥٢١۔
١٨ الفقه الاسلامی وادلّته، ج ٥، ص ٢٠٠۔
١٩ النسفی، ابو البرکات عبدالله بن احمد بن محمود، البحر الرائق (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س۔ن) ج ٥، ص ٥١٦۔
٢٠ العینی، ابو محمد محمود بن احمد، البنایه فی شرح الهدایه (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، س۔ن) ج ٧، ص ١١